مولانا فضل غفور حقانی

استاد مکرم حضرت العلامہ شیخ نصیب خان شہید رحمہ اللہ

ویسے تو وطن عزیز میں دین دشمن عناصر کی طرف سے گزشتہ عشرے کا ہر سال علماء‘ طلباء اہل مدارس اور درد دین رکھنے والوں کے لئے عام الحزن رہا لیکن سال ۲۰۱۲ء کے مئی کا مہینہ اوراس کے ابتدائی ایام نہایت حسرتناک غمناک بلکہ بھاری رہے۔اپریل کے آخری ایام میں حضرت العلامہ قاضی حمید اللہ خانؒ گوجرانوالہ کی رحلت‘ ان کے بعد حضرت مولانا عطاء الرحمٰن اور دیگر علماء کی طیارہ کے حادثہ میں شہادتیں اور پھر مئی کے ابتدائی دو تین دنوں میں ملک کے مختلف اطراف کراچی اور خیبر میں نہایت جلیل القدر‘ صاحب عزیمت علماء کو نہایت بیدردی سے خون میں تڑپا کر شہید کر دیا گیا۔ ان میں پہلے استاد مکرم حضرت الشیخ مولانا نصیب خان شہیدؒ استاد حدیث دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک‘ پھر علامہ شیخ محسن شاہ شہیدؒ مہتمم دار العلوم حلیمیہ پیزو لکی مروت اور پھر عظیم داعی قرآن مولانا محمد اسلم شیخوپوری کی مظلومانہ شہادت نے دلوں کو چھلنی کر دیا۔

اور ۳ رمئی کے تمام لمحات نہایت تکلیف دہ اور دردناک تھے جب استاد محترم محبوب العلماء والطلباء حضرۃ العلامہ شیخ نصیب خان شہیدؒ کی پہلے اسیری کی خبر اور پھر اگلے دن بروز جمعرات سہ پہر کوان کی انتہائی مظلومانہ انداز سے شہادت کی دلدوز اور دل سوز خبر سننے میں آئی‘ اس غیر متوقع اندوہناک خبر نے حضرت کے ہزاروں تلامذہ پر سکتہ طاری کر دیا۔شب جمعہ کو جب شہادت کی یہ خبر دار العلوم حقانیہ کی فضاؤں میں گونجی تو گلستان حقانیہ میں ایک قیامت برپا ہوئی۔ جامعہ کے درودیوار اس مرد درویش اور جرات مند قلندر کے فراق پر نوحہ وکناں ہوئے۔سینکڑوں طلبہ اس عظیم صدمے پر ایسے گریہ میں پڑ گئے کہ جس سے کلیجے منہ کو آنے لگے اور نہ تھمنے والی آنسوؤں کی لڑیاں ہر ایک کے گالوں پر جاری تھیں اور قریب تھا کہ صبر کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا اگر اساتذہ کرام اس موقع پر صبر و رضا کی تلقین نہ کرتے۔

وطن عزیز میں گزشتہ عشرے سے اہل حق علماء کے ساتھ عداوت کی جو بنیاد اور سلوک بدروار کھا گیا ہے اور اس کی پاداش میں درجنوں کی تعداد میں نہایت بیدردی سے یہ قیمتی سرمائے ملک وملت سے چھین لیا گیا‘ اس بربریت سے تو دور چنگیزیت بھی شرما گئی۔ایک ایسے اسلامی ملک میں جس کی آزادی میں لاکھوں علماء کا خون اور پسینہ شامل ہے‘ جس کے بنانے والے‘ جس کا آئین بنانے والے‘ جس کا جھنڈا بلند کرنے والے علماء تھے‘ جس کا پوری دنیا میں ممتاز تشخص علماء کی مرہون منت تھا۔آج ان پر اس ملک کی زمین تنگ کر دی گئی اور حق کی پاداش میں ان کے مقدس خون کو بے دریغ

بہایا گیا۔ مدارس اسلامیہ اور ان سے منسلک علماء کے ساتھ دشمن جیسا رویہ اختیار کیا گیا' ان کو ڈرانے دھمکانے اور بدنام کرنے کے ہر قسم کے ہتھکنڈے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لئے اپنائے گئے۔ لیکن صد آفرین ان علماء حقانین پر کہ جنہوں نے ظلم وجبر کے آگے گردن نہیں جھکائی بلکہ دین حق کے لئے سینہ سپر ہو کر مقابلہ کیا اور اپنا مشن جاری رکھ کر اس کے لئے اپنی قیمتی جان دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ علماء امت کی یہ تابناک ماضی اور شہادتوں کا یہ موجودہ تسلسل انشاء اللہ ایک عظیم اسلامی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔

حضرت الشیخ استاد محترم ایک جامع الصفات شخصیت اور اپنی ذات میں ایک انجمن تھے' آپ کا تعلق شمالی وزیرستان سے تھا۔ ''برمل'' نامی گاؤں میں آپ کی ولادت ۱۹۵۷ء کو ہوئی۔ آپ کی سکونت ایک عرصے تک افغانستان کے شہر خوست میں رہی۔ بعد میں شمالی وزیرستان اور پھر بنوں میں گھر بسایا۔ قرآن مجید کا ناظرہ آپ نے بنوں میں مولانا نواب خان سے پڑھا۔ ۱۳۸۶ھ میں علاقہ درپہ خیل میں مشہور مفسر قرآن مولانا خان حلیم سے فقہ کی کتابیں' نورالایضاح کنز وغیرہ پڑھیں۔ پھر اگلے سال صرف ونحو کی اکثر کتابیں مولوی رب نواز سے پڑھیں۔ اس کے بعد مدرسہ نظامیہ اور پھر ہنگو شہر کے مدرسہ مفتاح العلوم سے فنون کی تکمیل کی۔ اعلیٰ علوم اور احادیث کیلئے آپ نے مرکز علم و عمل دیوبند پاکستان دارالعلوم حقانیہ کا رخ کیا۔ یہ ۱۹۸۰ء کا زمانہ تھا۔ چار سال تک یہاں سے اپنے وقت کے عظیم اکابر بالخصوص شیخ کبیر حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ بانی دارالعلوم حقانیہ سے کسب فیض کیا۔ اور پھر ۱۹۸۴ء میں یہیں سے دستار فضیلت حاصل کی۔ آپ کے مشہور اساتذہ میں دارالعلوم حقانیہ کے صدر المدرسین حضرت مولانا عبدالحلیم زروبوی رحمہ اللہ اور والد مکرم شیخ الحدیث حضرت مولانا مغفور اللہ بھی شامل ہیں۔

آپ حد درجہ ذہین اور نہایت قوی حافظہ کے مالک تھے۔ زمانہ طالب علمی ہی سے معقولیت اور مشکل کتابوں کا درس دارالعلوم حقانیہ میں دیا کرتے تھے۔ اور طلباء کا ایک جم غفیر آپ کے اردگرد براجمان ہوتا تھا۔ حضرت الاستاد کے زمانہ طالب علمی کے شاگرد آج ملک کے مختلف نامور اداروں میں استاد الحدیث کے منصب پر ہیں قوت حافظہ کا یہ عالم تھا کہ مکمل قرآن مجید ایک مہینہ سے کم ایام میں حفظ کیا تھا۔ باوجود اس کے آپ کی زبان وزیرستان والی مشکل اور ثقیل زبان تھی' لیکن قرآن مجید کی تلاوت اور احادیث کی عبارت نہایت حسین انداز میں عربی لہجے میں ایسا پڑھتے گویا ایک عرب آپ کے سامنے فصیح عربی میں بول رہا ہو۔ بندہ نے درس نظامی کی بہت سی کتابیں دارالعلوم حقانیہ میں آپ سے پڑھیں۔ شرح جامی' مُلا جلالین' حمد اللہ' امور عامہ' ملا حسن' طحاوی شریف' دورہ حدیث میں پڑھی۔ آپ نے مادر علمی دارالعلوم حقانیہ میں پندرہ سال کا عرصہ تدریس کا گزارا۔ اس مدت میں مختلف فنون اور معقولات کی مشکل کتابیں ایسے انداز سے پڑھائیں کہ طالب علم کو مشکل سے مشکل بحث پانی کی طرح آسان ہو جاتی تھی۔ درس خواہ کسی بھی کتاب کا

ہوتا ذرہ بھر آپ کو نہ مشکل ہوتا۔ اور نہ اس کے لئے کسی لمبے چوڑے مطالعے کی ضرورت محسوس کرتے ۔طلباء آپ کے درس کے نہایت گرویدہ تھے۔ مختصر وقت میں مشکل ابحاث کا پہلے خلاصہ، تقطیع اور پھر کتاب کی عبارت اس طرح منطبق کرتے کہ اس میں کسی قسم کی بھی کمی باقی نہیں رہتی تھی۔شہادت سے قبل تک آپ روزانہ دس اسباق پڑھاتے رہے۔ قوت حافظہ کی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت کو خوب نوازا تھا۔ ساتھ ہی حضرت الاستاد عجز وتقویٰ کا مجسمہ تھے۔ انتہائی ہنس مکھ اور زندہ دل شخصیت تھے۔ طلباء کی معمولی سی دعوت پر ان کے ساتھ ہو لیتے اور گھل مل کر ساتھیوں جیسا بے تکلف ماحول بنالیتے ۔ ہر طالب علم کے ساتھ جو حضرت کے سامنے آتا خود ہاتھ آگے بڑھا کر مصافحہ کرتے ۔

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ کو ۱۹۹۶ء میں حضرت مفتی اعظم مفتی محمد فرید رحمہ اللہ رئیس دارالافتاء وشیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں خلافت حاصل ہوئی تھی۔ مراقبوں کا سلسلہ دارالعلوم حقانیہ میں حضرت مفتی اعظم رحمہ اللہ کے بعد ان کی سرپرستی میں ہوا کرتا تھا۔ اور طلباء کی ایک بڑی تعداد اس میں شریک ہو کر تزکیہ نفس کے مراحل طے کرتے ۔ یوں حضرت الاستاذ فقط ایک عظیم مدرس، شیخ نہیں بلکہ ایک جری رہبر طریقت وشریعت بھی تھے۔ جرات اور حق گفتار میں اپنے مثل آپ تھے اس سلسلے میں کسی کے خوف کا ذرہ بھر پرواہ نہیں کرتے تھے۔ چونکہ دل کے صاف اور زبان کے سچے تھے' لہٰذا حق بات کی ہر جگہ برملا اظہار فرماتے ۔

علم المناظرہ میں بھی آپ کو خصوصی مہارت حاصل تھی۔ آپ کا مخصوص فرقوں کے ساتھ خاص مسائل میں کئی کامیاب مناظرے بھی ہو چکے ہیں۔ حضرت الاستاد کا وصف سخاوت بھی معروف تھا' دارالعلوم کی مخصوص تنخواہ پر قناعت کرتے' بڑے بڑے مواقع ایسے آئے کہ اگر مولانا مرحوم چاہتے تو راتوں رات کروڑ پتی بن سکتے تھے لیکن ہمیشہ دنیا کو انہوں نے ترجیح نہیں دی اور قوت لایموت ہی ان کا نظریہ رہا لیکن پھر بھی طلبہ ومہمانوں پر بہت خرچ فرماتے تھے۔ حضرت الاستاد رحمہ اللہ کے فراق کا یہ عظیم سانحہ بلاشبہ حضرت کے ہزاروں تلامذہ' جامعہ حقانیہ پر نہایت بھاری رہا۔ ان کی اچانک جدائی سے جامع کی علمی فضا نہایت سوگوار ہوئی ہے۔ علم وعمل جرات و بہادری کا ایک عظیم باب اپنے اختتام کو پہنچا۔

اللہ تعالیٰ حضرت الاستاد کی شہادت اور ان جیسے دیگر عظیم علماء کی شہادتوں کو قبول فرما کر ان کے مقدس خون کو اس ملک میں اسلامی نظام اور امن کا ذریعہ بنائیں۔ اللہ تعالیٰ جامعہ حقانیہ کو مزید ایسے خوفناک حادثوں اور مصائب سے محفوظ و مامون رکھے اور حضرت مولانا مرحوم کے چھوٹے بچوں کو عالم وفاضل بنائے اور باپ کا صحیح جانشین بنائے۔ امین